فضائل اخلاق

انك لعلى خلق عظيم

کتاب اللہ کی شہادت

رسول اللہ ﷺ عالم انسانیت کے لیے فضائل و مکارم اخلاق کا بہترین نمونہ تھے۔ جس وجود مبارک کو پوری اولاد آدم کے لیے قیامت تک اسوہ حسنہ قرار دیا گیا۔ اس کی حیثیت اس کے سوا ہو بھی کیا سکتی تھی؟ اس کا پہلا شاہد قرآن پاک ہے۔

(۱) وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (سورۃ قلم ۴۰)

"(اے پیغمبر) تم اعلیٰ اخلاق پر پیدا ہوئے۔"

(۲) فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران : ۱۵۹)

"(اے پیغمبر) خدا کی یہ بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے اس قدر نرم مزاج واقع ہوئے کج خلق اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمھارے پاس سے ہٹ جاتے (یعنی ان کے دل تمھاری طرف اس طرح نہ کھنچتے جس طرح اب بے اختیار کھنچ رہے ہیں)"۔

۳. لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ. (توبہ: ۱۲۸)

"(مسلمانو) تمھارے پاس اللہ کا رسول آگیا ہے، جو تم ہی میں سے ہے۔ تمھارا رنج و کلفت میں پڑنا اس پر بہت شاق گزرتا ہے۔ وہ تمھاری بھلائی کا بھوکا ہے۔ مومنوں کے لیے نہایت شفیق و رحیم ہے۔"

حضور ﷺ کے ارشادات

حضور ﷺ کے ارشادات ملاحظہ ہوں :

بعثت لاتمم حسن الاخلاق.

"میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔"

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق.

"میں تو اسی لیے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کا معاملہ درجہ ءاتمام پر پہنچادوں"۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر ابوذر غفاریؓ تک پہنچی تھی تو انھوں نے اپنے بھائی کو تحقیق احوال کے لیے مکہ مکرمہ بھیج دیا تھا۔ بھائی نے مکہ مکرمہ سے مراجعت پر ابوذرؓ کو ان الفاظ میں اطلاع دی :

رایتہٗ یامر بمکارم الاخلاق[1]۔

"میں نے آپ ﷺ کو دیکھا ہے۔ آپ ﷺ اعلیٰ اخلاق کا حکم دیتے ہیں۔"

یہ بعثت کے بالکل ابتدائی دور کا واقعہ ہے۔ اس دور میں بھی جس کسی کی نظر آپ ﷺ پر پڑی، آپ ﷺ میں جو نمایاں ترین وصف نظر آیا' اسے فضائل اخلاق ہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حضرت علیؓ کا بیان

امام حسینؓ نے حضرت علیؓ سے حضور ﷺ کے اخلاق و عادات کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا :

آپ ﷺ خندہ جبیں، نرم خو اور مہربان طبع تھے۔ سخت مزاج اور تنگدل نہ تھے۔ کوئی برا کلمہ کبھی منہ سے نہ نکلا۔ عیب جو اور تنگ گیر نہ تھے۔ کوئی بات ناپسند ہوتی تو اس سے اغماض فرماتے۔ اپنے نفس سے آپ ﷺ نے تین چیزیں بالکل دور کردی تھیں، (الف) بحث و مباحثہ، (ب) ضرورت سے زیادہ بات کرنا (ج) جو بات مطلب کی نہ ہو، اس میں پڑنا۔ دوسروں کے متعلق بھی تین ہی باتوں سے پرہیز کرتے تھے (الف) کسی کو برا نہیں کہتے تھے (ب) کسی کی عیب گیری نہیں کرتے تھے (ج) کسی کے اندرونی حالات کی ٹوہ میں نہیں رہتے تھے۔ وہی باتیں کرتے جن سے کوئی مفید نتیجہ نکل سکتا۔ آپ ﷺ کلام کرتے تو صحابہ اس طرح سر جھکا کر اور خاموش ہو کر سنتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ جب آپ ﷺ خاموش ہو جاتے تو پھر (صحابہؓ) آپس میں بات چیت کرتے۔ کوئی دوسرا بات کرتا تو جب تک ختم نہ کرلیتا آپ ﷺ چپ سنا کرتے۔ لوگ جن باتوں پر ہنستے، آپ ﷺ محض

۱۔ بخاری کتاب الادب، باب حسن الخلق والسخا۔

مسکرا دیتے۔ باہر کا کوئی آدمی (یعنی اجنبی) بے باکی سے گفتگو کرتا تو آپ ﷺ تحمل فرماتے۔ دوسروں کے منہ سے اپنی تعریف سننا پسند نہیں کرتے تھے تاہم اگر کوئی آپ ﷺ کے احسان وانعام کا شکریہ ادا کرتا تو قبول فرما لیتے۔ جب تک بولنے والا چپ نہیں ہو جاتا تھا، آپ ﷺ اس کی بات نہیں کاٹتے تھے۔ نہایت فیاض،، نہایت راست گو، نہایت نرم طبع اور نہایت خوش صحبت تھے۔ اگر کوئی آپ ﷺ کو فعتہً دیکھ لیتا تو مرعوب ہو جاتا۔ لیکن جیسے جیسے آشنا ہوتا جاتا محبت کرنے لگتا [1] اور کہا کرتا کہ میں نے آپ ﷺ جیسا کوئی بھی اس سے پہلے یا بعد میں نہیں دیکھا۔ یہ محض عہد نبوت کے تئیس سال ہی نہیں بلکہ چند سال پیشتر کے عینی مشاہدات کا بھی جامع مرقع ہے۔

حضرت عائشہؓ کا بیان

حضرت عائشہؓ نے ہجرت سے قبل رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے بعض اہم واقعات بھی دیکھے تھے اور مدنی زندگی میں تو وہ حضور ﷺ کی رفیقہ حیات بن گئی تھیں۔ یہاں تک کہ اس دنیا میں حضور ﷺ کی حیات طیبہ کا آخری ہفتہ حضرت محمد وحہؓ ہی کے حجرے میں گزرا۔ حضرت محمد وحہؓ نے سہارا دے رکھا تھا، جب روح پاک اس دینا کو چھوڑ کر عالم قدس میں پہنچی۔ حضرت عایشہؓ ہی کے حجرے کو اللہ تعالیٰ نے جسد اطہر کی آخری آرام گاہ بنایا۔ مشاہدے کیجیے مختلف مواقع حضرت محمد وحہؓ کو میسر آئے، وہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہو سکتے تھے۔ آپ ﷺ کے بعض ارشادات ملاحظہ ہوں :

۱۔ جب بھی رسول اللہ ﷺ کو دو باتوں میں اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ ان میں سے وہ لے لیتے جو آسان اور سہل ہوتی، بشرطیکہ اس میں گناہ کا کوئی پہلو نہ ہوتا، اگر گناہ ہوتا تو آپ ﷺ سب سے بڑھ کر اس سے دوری اختیار کرتے [2]۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی کو سزا نہ دی اور کبھی بدلہ نہ لیا۔ ہاں اللہ کے حکموں کی حرمت زایل کرنے والوں کو آپ ﷺ اللہ کے لیے سزا دیتے تھے [3]۔

۱۔ سیرۃ النبیؐ جلد اول حصہ دوم ص ۲۸۸۔۲۸۹۔ بحوالہ شمائل ترمذی۔ ۲۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب
۳۔ سیرۃ النبیؐ جلد اول حصہ دوم ص ۲۸۷

۳۔ عادت شریف یہ تھی کہ برائی کے بدلے میں برائی سے کبھی کام نہ لیا۔ ہمیشہ درگزر کرتے اور معاف فرمادیتے[1]۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ اس طرح کھینہ ہنسے کہ آپ ﷺ کا تالو نظر آیا ہو، صرف مسکرادیا کرتے تھے۔

۵۔ ہر لحظہ دل پر خوف و خشیت الٰہی کا غلبہ رہتا تھا، بادل دیکھتے یا آندھی آتی تو چہرہ مبارک پر تکلیف کے آثار نمایاں ہو جاتے۔ میں نے (حضرت عائشہؓ نے) کہا: یارسول اللہ! لوگ بادل دیکھتے ہیں تو اس امید پر خوش ہوتے ہیں کہ بارش ہوگی۔ آپ ﷺ کے چہرے سے تکلیف نمایاں ہوتی ہے۔ فرمایا: عائشہؓ! کون سی بات مجھے بے خوف کر سکتی ہے کہ اس میں عذاب نہ ہوگا؟ ایک قوم کو آندھی سے عذاب دیا گیا۔ ایک قوم نے عذاب دیکھا تو کہا یہ بادل ہے[2]۔

۶۔ آپ ﷺ نے نام لے کر کبھی کسی پر لعنت نہ کی، نہ کبھی اپنے کسی خادم، کسی لونڈی، کسی غلام، کسی عورت اور کسی جانور کو اپنے ہاتھ سے مارا[3]۔

۷۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی کی درخواست رد نہ فرمائی، اِلا یہ کہ وہ ناجائز تھی۔

۸۔ گھر میں تشریف لاتے تو مسکراتے ہوئے آتے، باتیں اس طرح ٹھر ٹھر کر کرتے کہ کوئی یاد رکھنا چاہے تو رکھ لے[4]۔

۹۔ ایک بدوی آیا اور بولا آپ ﷺ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں ہم تو بوسہ نہیں دیتے فرمایا: اللہ نے تیرے دل سے رحم نکال دیا، اس میں میرا کیا اختیار ہے؟[5]

۱۰۔ اسودؒ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں کیا کیا کرتے تھے۔ گھر والوں کی خدمت میں رہتے تھے یعنی ان کے کام کیا کرتے تھے، نماز کا وقت آتا تو نماز کے لیے چلے جاتے[6]۔

۱۱۔ اگر کسی کی کوئی حرکت پسند نہ ہوتی تو اس کا نام لے کر منع نہ فرماتے، اصل فعل کو منع فرمادیتے۔

۱۔ سیرۃ النبیؐ جلد اول حصہ دوم ص ۳۸۷ ۲۔ صحیح بخاری ۳۔ سیرۃ النبیؐ جلد اول حصہ دوم ص ۳۸۷ بحوالہ مسلم وابوداؤد۔ ۴۔ بخاری کتاب الادب۔ ۵۔ بخاری، کتاب الادب ۶۔ بخاری، کتاب الصلوٰۃ باب اذا دعی الامام الی الصلوٰۃ۔

۱۲۔ رسول اللہ ﷺ کے گھر والوں نے ایک دن میں دو نوالے نہیں کھائے، مگر ان میں سے ایک کھجور کا تھا[1]۔

اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے خادم انسؓ بن مالک کا یہ بیان بھی شامل کر لیجیے کہ میں نے دس سال آپ ﷺ کی خدمت میں گزارے، اس پوری مدت میں آپ ﷺ میرے متعلق ناپسند کا کوئی کلمہ زبان پر نہ لائے۔ نہ کبھی یہ فرمایا: فلاں کام کیوں کیا؟ نہ کبھی یہ فرمایا: فلاں کام کیوں نہ کیا؟[2]

نبوت سے پیشتر کی زندگی

حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کے بیانات کا تعلق زیادہ تر عہد نبوت سے ہے جس کی کل مدت تیئیس سال تھی۔ اس سے پیشتر آپ ﷺ چالیس سال کی طویل مدت گزار چکے تھے۔ یہی زندگی ہے جسے قرآن مجید میں ایک مقام پر صداقت نبوت کی ایک قوی دلیل قرار دیا گیا ہے یعنی!

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ. (یونس: ۱۶)

"یہ واقعہ ہے کہ میں اس معاملے (یعنی نبوت) سے پہلے تم لوگوں کے اندر ایک پوری عمر بسر کر چکا ہوں، کیا تم سمجھتے بوجھتے نہیں۔"

مشرکین عرب کو رسول اللہ ﷺ کی صداقت و فضیلت سے انکار نہ تھا، حتیٰ کہ ابو جہل کو بھی اعتراف تھا کہ آپ ﷺ سچے ہیں، مگر وہ کہتے تھے کہ آپ ﷺ ایسی باتیں کہتے ہیں جنہیں ہم قبول نہیں کر سکتے۔ اوپر کی آیت میں صداقت نبوت کی ایک سب سے زیادہ واضح اور وجدانی دلیل بیان کی ہے۔ یعنی فرمایا:

ساری باتیں چھوڑ دو، ایسی بات پر غور کرو کہ میں تم میں نیا آدمی نہیں، جس کے خصائل و حالات کی تمھیں خبر نہ ہو۔ تم ہی میں سے ہوں اور اعلان وحی سے پہلے ایک عمر تم میں بسر کر چکا ہوں یعنی چالیس برس تک کی عمر کہ عمر انسانی کی پختگی کی کامل مدت ہے۔ اس تمام مدت میں میری زندگی تمھاری آنکھوں کے سامنے رہی۔ بتلاؤ اس میں کوئی ایک بھی بات تم نے سچائی اور دیانت کے خلاف دیکھی؟ پھر اگر اس تمام مدت میں مجھ سے یہ نہ ہو سکا کہ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق۔ ۲۔ بخاری، کتاب الادب۔

انسانی معاملے میں جھوٹ بولوں تو کیا اب ایسا ہو سکتا ہے کہ خدا پر بہتان باندھنے کیلئے تیار ہو جاؤں اور جھوٹ موٹ کہنے لگوں، مجھ پر اس کا کلام نازل ہوتا ہے؟ کیا اتنی چھوٹی سی بات بھی تم نہیں پا سکتے؟

تمام علماء و اخلاق و نفسیات متفق ہیں کہ انسان کی عمر میں ابتدائی چالیس برس کا زمانہ اس کے اخلاق و خصائل کے اُبھرنے اور بننے کا اصلی زمانہ ہوتا ہے۔ جو سانچا اس عرصے میں بن گیا بقیہ زندگی میں بدل نہیں سکتا۔ پس اگر ایک شخص چالیس برس تک صادق و امین رہا تو کیونکہ ممکن ہے کہ اکتالیسویں برس میں قدم رکھتے ہی ایسا کذاب و مفتری بن جائے کہ انسانوں ہی پر نہیں، فاطر السّمٰوت والارض پر افترا کرنے لگے؟

چنانچہ بعد میں فرمایا: دو باتوں سے تم انکار نہیں کر سکتے کہ جو شخص اللہ پر افترا کرے، اس سے بڑھ کر کوئی شریر نہیں اور جو صادق کو جھٹلائے وہ بھی سب سے زیادہ شریر انسان ہے اور شریر مفتری کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا.... فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے کہ اس کا قانون ہے کہ مجرموں کو فلاح نہیں دیتا۔

چنانچہ اللہ کا فیصلہ صادر ہو گیا۔ جو مکذب تھے، ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ جو صادق تھا، اس کا کلمہ صدق آج تک قائم ہے اور قائم رہے گا[1]۔

دنیا جانتی ہے کہ جس دور میں سچائی اور دیانت و امانت کی روشنی گل ہو چکی تھی، اس دور میں رسول اللہ ﷺ نے سیرۃ طیبہ کی پاکیزگی اور طہارت سے "الصادق اور الامین" کے لقب حاصل کیے۔ جب حرم کعبہ کی تعمیر کے سلسلے میں حجر اسود کو اصل مقام پر نصب کرنے کے متعلق رؤساء قبائل کے درمیان کشمکش شروع ہو گئی تو فیصلہ یہ ہوا تھا کہ جو شخص سب سے پہلے حرم میں آئے، اسے ثالث بنا لیا جائے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے آئے اور تمام لوگ پکار اٹھے: "امین آگئے۔ "امین" آگئے، ہمیں ان کا فیصلہ منظور ہے۔ یہ حضور ﷺ کی سیرت کے متعلق ایک ایسی گواہی تھی، جس کی صداقت و محکمیت سے کسی کے لیے بھی اختلاف بجا نہ ہو گا۔

۱۔ ترجمان القرآن جلد دوم ص ۱۵۱۔ ۱۵۲۔

حضرت خدیجہؓ کی شہادت

محض یہی نہیں، ایک نہایت زبردست شہادت حضرت خدیجہؓ کی ہے، جو بعثت تک پندرہ سال رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں گزار چکی تھیں۔ اس کے بعد دین حق کے دور غربت کی اذیتیں اور مصیبتیں بھی دس سال تک صابرانہ برداشت کر کے عالم بقا کو سدھاریں۔ یہ شہادت بھی عہد بعثت سے نہیں بلکہ بعثت سے پیشتر ہی کی زندگی سے متعلق ہے۔

سورہ علق کی آیتیں آپ ﷺ پر نازل ہو چکیں تو اول نزول وحی کی شدت کا آپ ﷺ پر بے حد اثر تھا اور یہ پہلی وحی تھی، معلوم ہے کہ اس کے بعد بھی جب وحی نازل ہوتی تھی تو چہرہ مبارک پر پسینے کے قطرے نمودار ہو جاتے تھے۔ دوم جو گراں قدر کام اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذمے لگا دیا تھا، اس کی بے پناہ مشکلات کا آپ ﷺ کو پورا اندازہ تھا، اس لیے آپ ﷺ کوہ حرا سے اتر کر گھر تشریف لائے تو قلب مبارک پر لرزہ سا طاری تھا۔ جب طبیعت ذرا سکون پذیر ہوئی تو آپ ﷺ نے پوری کیفیت غمخوار و غمگسار رفیقہ حیات کو سنا کر فرمایا: لقد خشیت علیٰ نفسی (مجھے اپنی جان کا خوف ہے) حضرت خدیجہؓ رسول اللہ ﷺ کے نہایت پاکیزہ اور سراپا خیر طریق حیات سے پوری طرح آگاہ تھیں۔ انہیں خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ خلق خدا کے ساتھ محبت و شفقت کے ایسے نادر پیکر کو قدرت کامیابی کی منزل پر نہ پہنچائے گی۔ چنانچہ آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے کہا:

ہرگز نہیں، خدا کی قسم، خدا آپ ﷺ کو کبھی اندوہگیں نہ کرے گا۔ آپ ﷺ عزیزوں اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتے ہیں۔ ناتوانوں، بیکسوں اور غریبوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ جن کے پاس کچھ نہیں ہوتا، انہیں دیتے ہیں۔ مہمانوں کی تواضع کرتے ہیں۔ مصائب میں حق کے معاون و مددگار ہیں[1]۔ صادق القول ہیں[2]۔

یہ شہادت ان فضائل و مکارم کے متعلق ہے جو بعثت سے پیشتر وجود گرامی میں موجود تھے اور حضرت خدیجہؓ سے بڑھ کر ان کا اندازہ شناس کون ہو سکتا تھا؟

۱۔ کیف کان بدء الوحی ۲۔ یہ ٹکڑا اسی حدیث کی روایت میں آیا ہے جو بخاری کی کتاب التعبیر میں آئی ہے۔

اہل ایمان کے اوصاف وخصائل

رسول اللہ ﷺ کے فضائل اخلاق کا اندازہ کرنے کے لیے ایک معیار یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اہل ایمان کے جو اوصاف وخصائل قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں انہیں سامنے رکھ لیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس وجود مبارک کے ذریعے سے قرآن مجید کی تعلیم مخلوق تک پہنچائی، وہ بہر حال اس تعلیم کا ایک مقدس پیکر ہوگا۔ اسی وجود مبارک کو دیکھ کر صحابہ اپنے عمل درست کرتے تھے اور اسی وجود مبارک کے زیر سایہ ان کیتد کیے کا سلسلہ جاری تھا۔

قرآن مجید سے وہ تمام آیتیں اس مختصر مضمون میں چن کر جمع کر دینا ممکن نہیں، لیکن ان میں سے چند ملاحظہ فرمالیجیے، جن میں مجلسی، اجتماعی زندگی سے گہرا تعلق رکھنے والے اوصاف کا ذکر ہے:

۱۔ مومن وہ ہیں جو اللہ سے ڈرتے اور باہمی معاملات درست رکھتے ہیں۔ اللہ کا ذکر چھڑے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ اللہ کا کلام سنایا جائے تو ان کے ایمان زیادہ ہو جاتے ہیں۔ وہ ہر حال میں اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں نماز پڑھتے ہیں، جو کچھ خدا نے انہیں دے رکھا ہے، اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں وہی حقیقی مومن ہیں (انفال: ۱۔۴)

۲۔ بلاشبہ ایمان والے کامیاب ہوئے (ان کی خصوصیتیں کیا ہیں) نمازیں خشوع و خضوع سے ادا کرتے ہیں نکمی اور لغو باتوں سے رُخ پھیرے ہوے ہیں۔ زکوٰۃ ادا کرنے میں سرگرم ہیں۔ عفت و عصمت کی نگہداشت سے کبھی غافل نہیں ہوتے.... امانتوں اور وعدوں کا انہیں پاس رہتا ہے۔ نمازوں کی حفاظت میں بھی کوتاہی نہیں کرتے۔

(مومنوں: ۱-۱۰)

۳۔ اللہ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر دبے پاؤں یعنی عجز و فروتنی سے چلتے ہیں۔ جب جاہل یعنی کم عقل، اکھڑ اور بے ادب لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو ملایم بات سنا کر اور صاحب سلامت کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں۔ رات کا وقت (یعنی سونے کا وقت کلب کی تفریحات میں نہیں) اپنے پروردگار کے لیے قیام اور سجود میں گزارتے ہیں اور کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار، ہم سے دوزخ کا عذاب پھیر دے.... جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بیجا اڑاتے ہیں اور نہ موقع کی مناسبت کے پیش نظر تنگی کرتے ہیں۔ وہ کسی کا بے گناہ خون نہیں بہاتے، جس سے اللہ نے منع کر رکھا ہے اور بدکاری سے بھی دور رہتے ہیں..... جھوٹے کام

میں شامل نہیں ہوتے۔ کسی کی لغوبات سے گزر رہے ہوں تو سنجیدگی اور وقار سے گزر جاتے ہیں۔ (فرقان : ۶۳-۷۴)

۴۔ "وہ (اہل ایمان) پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں، بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے دور رہتے ہیں۔ جب غصہ آئے تو معاف کر دیتے ہیں اور خدا نے انہیں جو کچھ دے رکھا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ جب ان پر کوئی زیادتی ہو تو بدلا لیتے ہیں، برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی۔ پھر جو کوئی معاف کر دے اور نیکی کرے، اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے۔ اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا، جو کوئی مظلوم ہو کر بدلہ لے تو اس پر کوئی ملامت نہیں۔ ملامت تو ان پر ہے جو لوگوں پر از خود ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں، ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور جو ظلم سہہ جائے اور معاف کر دے تو یہ بڑی اعلیٰ ہمتی کے کاموں میں سے ہے"۔ (شوریٰ ۳۶-۴۳)

اصل نیکی

اصل نیکی کیا ہے ؟

۱۔ اللہ پر ایمان۔
۲۔ یوم آخرت اور فرشتوں پر ایمان۔
۳۔ خدا کی اتاری ہوئی کتابوں اور خدا کے بھیجے ہوئے نبیوں پر ایمان۔
۴۔ خدا کی محبت میں اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مانگنے والوں کو دینا۔
۵۔ مال خرچ کر کے غلاموں کو آزادی دلانا۔
۶۔ نماز اور زکواۃ باقاعدہ ادا کرتے رہنا۔
۷۔ عہد کر لینا تو اسے بہر حال پورا کرنا۔
۸۔ تنگی، مصیبت یا خوف و ہراس میں صابر و ثابت قدم رہنا۔ (بقرہ : ۱۷۷)

نیز فرمایا :

۱۔ خوش حالی اور تنگ دستی دونوں حالتوں میں خدا کے لیے خرچ کرنا۔
۲۔ غصے کو پی جانا اور لوگوں کے قصور معاف کر دینا۔

یہ دعوت حق کی محض چند جھلکیاں ہیں جنھیں ان پر عمل کرنے والوں کی شکل میں بھی

پیش کیا گیا اور محض نیکیوں کی شکل میں بھی۔ کیا کسی کے لیے یہ تصور کر لینا مشکل ہے کہ جس داعی حق کو یہ پاک دعوت دے کر دنیا میں بھیجا گیا تھا، وہ خود اپنی مقدس تعلیم کا کتنا افضل و اعلیٰ اور کس درجہ منور و مزکّٰی نمونہ ہوگا۔

حسنِ اخلاق کی اہمّیت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۱۔ تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

۲۔ کامل ایمان اس مومن کا ہے، جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو۔

۳۔ قیامت کے روز اعمال کی ترازو میں حسن خلق سے زیادہ بھاری چیز کوئی نہ ہوگی۔

۴۔ انسانوں کو قدرت کی طرف سے جو چیزیں عطا ہوئی ہیں ان میں سب سے بہتر چیز اچھے اخلاق ہیں۔

۵۔ بندوں میں سے اللہ کے نزدیک سب سے پیارا وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

۶۔ آخرت کی زندگی میں میرے لیے سب سے پسندیدہ وہ شخص ہوگا جس کے اخلاق اچھے ہوں اور وہی مجھ سے قریب تر ہوگا۔[1]

۷۔ کسی نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ مومنوں میں سے افضل کون ہے؟ فرمایا: "احسنھم خلقا" (جو سب سے زیادہ خوش اخلاق ہو)[2]

۸۔ انسان حسن اخلاق سے وہ درجہ حاصل کر سکتا ہے، جو مسلسل روزے رکھنے اور راتوں کو مسلسل عبادت کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

آخری ارشاد کے سلسلے میں اتنا عرض کر دینا چاہیے کہ یہ ایک اسلوب بیان ہے، جس میں حسن اخلاق کو اس درجے پر رکھ کر پیش کیا گیا ہے جو نماز اور روزے جیسی نفلی عبادات سے حاصل ہوتا ہے۔ جو شخص فضائل اخلاق کے ساتھ نفلی عبادت میں بھی سرگرم رہے گا، اس کا درجہ اور بھی بلند ہوگا۔

غرض ان ارشادات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ فضائل اخلاق کو دین حق میں کتنا بلند

۱۔ سیرۃ النبیؐ جلد ششم ص ۲۰۔۲۲ ۲۔ سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی ص ۳۶۱۔

درجہ حاصل ہے اور ہونا بھی چاہئیے، کیونکہ اخلاق درست ہوں گے تو افراد و جماعات میں میل جول بڑھے گا۔ ان میں محبت و ہمدردی کو فروغ حاصل ہوگا۔

ایک دوسرے کے نفع و نقصان اور دکھ سکھ کا احساس ترقی کرے گا۔ کش مکش کے اسباب رفتہ رفتہ زائل ہوتے جائیں گے۔ یہاں تک کہ پورا مجمع انسانیت ایک کنبے کے افراد اور ایک خاندان کے اعضا کی حیثیت میں رہنے سہنے لگے گا۔ ہر قلب میں احترام آدمیت کو صحیح مقام مل جائے گا۔ یہی اسلام کا اصل نصب العین تھا۔ اس کی طرف پیش قدمی جاری تھی کہ اچانک ملوکیتوں اور بادشاہیوں کا دور شروع ہو گیا، جس کی ظلمت و تیرگی میں قافلہ اسلام کی ہر متاعِ عزیز گم ہو گئی اور اب کسی بھی چیز کا ٹھیک ٹھیک سراغ لگا لینا خاصا مشکل ہو گیا ہے۔ اگر کسی کا سراغ مل بھی جائے تو ہم لوگوں کے ذہنوں میں دور ملوکیت کے وقت سے دین حق کا جو نقشہ جما ہوا ہے، اس میں کسی بازیافتہ شے کے لیے موزوں جگہ نکالنا بظاہر آسان نہ ہوگا۔

باقی رہی تبلیغ اسلام تو وہ ہر مسلمان کے لئے فرداً فرداً اور ہر اسلامی جماعت کے لئے اجتماعاً اس دنیا میں اولین شے ہے، نہ محض اس لیے کہ اسلام اور حق کو پھیلانا ہر فرد و جماعت کے لیے بہترین سعادت ہے، اس لیے بھی کہ ہم جنسوں کی پُر خلوص یہی خواہی ہر مسلمان کے اہم فرائض میں داخل ہے اور تمام ہم جنسوں کو نعمت اسلام کا حامل بنا دینے سے بڑھ کر ہی خواہی کوئی نہیں ہو سکتی، جس پر دنیا اور آخرت دونوں کی فلاح و بہبود موقوف ہے۔ لیکن تبلیغ اسلام کے لیے بھی سازگار فضا صلح و امن ہی سے میسر آسکتی ہے۔ ؛اگر نفرت و مخالفت کی آگ دلوں میں بھڑک رہی ہو تو کسی کو پیغام حق سنانے کی کیا صورت ہو گی؟ سیرۃ طیبہ سے ظاہر ہے کہ بدر و حنین کی فتوحات بے شائبہ ریب بہت عظیم القدر تھیں تاہم فتح مبین صلح حدیبیہ ہی قرار پائی، جس نے طول و عرض عرب میں دلوں کے دروازے اسلام کے لیے کھول دیے اور ''یدخلون فی دین اللہ افواجاً'' کا روح افروز منظر سب نے دیکھ لیا۔

ایمان کیا ہے؟

صحیح بخاری کی کتاب الایمان میں سے صرف چند حدیثیں یہاں درج کی جاتی ہیں تاکہ اندازہ ہو سکے ایمان و اسلام حقیقۃً کیا ہیں؟ مثلاً:

۱۔ مسلمان وہ ہے، جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان کو کوئی گزند نہ پہنچے اور مہاجر

وہ ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی ہر شے ترک کر دے۔

۲۔ اس وقت تک کوئی شخص حقیقۃً مومن نہیں ہو سکتا، جب تک اپنے مومن بھائی کے لیے وہی بات پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

۳۔ جس میں تین باتیں ہوں، اس نے ایمان کی حلاوت پالی۔

الف۔ اللہ اور رسول ﷺ اس کے نزدیک ماسوا سے بڑھ کر محبوب ہوں۔

ب۔ ہر فرد کے ساتھ صرف اللہ کے لیے محبت کرے یعنی محبت کے ساتھ کوئی غرض وابستہ نہ ہو۔

ج۔ کفر کی طرف لوٹ جانا اسے اتنا ہی بُرا معلوم ہو، جتنا آگ میں ڈالا جانا۔

۴۔ تین باتیں ہیں، جس نے یہ جمع کر لیں، اس نے ایمان جمع کر لیا۔

الف۔ اپنے نفس کے مقابلے میں بھی انصاف پر قائم واستوار رہنا۔

ب۔ دنیا میں سلامتی اور حق پھیلانا۔

ج۔ تنگ دستی کے باوجود اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔

۵۔ حضور ﷺ سے پُوچھا گیا کہ کون سا اسلام بہتر (خیر) ہے۔ فرمایا: کھانا کھلانا اور سب کو سلام کہنا یعنی سلامتی کی دُعا دینا، خواہ جان پہچان ہو یا نہ ہو۔

۶۔ خود ابوذرؓ غفاری کی روایت ہے کہ میں نے غلام کو گالی دی۔ رسول اللہ ﷺ نے سُن لی اور فرمایا: ابوذرؓ ابھی تم میں جاہلیت باقی ہے، غلام تمھارے بھائی ہیں۔ اللہ نے انہیں تمھارے ماتحت کر دیا ہے، جس کا بھائی ماتحت ہو، اسے چاہیے بھائی کو ویسا ہی کھلائے جیسا آپ کھائے، ویسا ہی پہنائے جیسا آپ پہنے اور بھائی سے ایسا کام نہ لے، جو اس سے نہ ہو سکے، کوئی سخت کام ہو تو خود اس کی مدد کرے۔

۷۔ جسم میں گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ وہ درست ہو تو سارا جسم درست رہتا ہے۔ وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ سنو، وہ دل ہے۔

۸۔ مسلمانو کو گالی دینا فسق اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے۔

۹۔ جب دو مسلمان تلواروں کے ساتھ مقابلے پر آئیں تو قاتل و مقتول دونوں آگ میں ہوں گے۔ عرض کیا گیا: کہ قاتل تو ہوا مگر مقتول کا یہ حال کیوں ہوگا؟ فرمایا: وہ اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا (لیکن موقع نہ پا سکا اور خود مارا گیا)۔

۱۰۔ جس میں چار باتیں ہوں، وہ خالص منافق ہے :

الف۔ امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

ب۔ بات کہے تو جھوٹ بولے۔

ج۔ عہد کرے تو اسے پورا نہ کرے۔

د۔ جھگڑے تو ناحق کی طرف چلا جائے۔

ان میں سے کوئی بھی بات کسی میں ہو تو نفاق کی علامت ہو گی تا آنکہ وہ اسے ترک کر دے۔

۱۱۔ خدا کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے، جس پر مداومت کی جائے، اگرچہ وہ تھوڑا ہو۔

۱۲۔ "کتاب الادب" میں ہے کہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا :

خدا کی قسم وہ ایمان نہیں لایا، خدا کی قسم وہ ایمان نہیں لایا، خدا کی قسم وہ ایمان نہیں لایا۔ عرض کیا : کون یارسول اللہ ﷺ ؟

فرمایا : جس کا پڑوسی اس کی بدیوں سے امن میں نہ ہو۔

ان ارشادات پر غور فرمایئے اور اندازہ کیجیے کہ رسول اللہ ﷺ نے عالم انسانیت کو کس راستے پر چلنے کی دعوت دی ؟

آیا اس کے سوا امن عالم اور بہبودِ انسانیت کا کوئی راستہ ہو سکتا ہے ؟ ساتھ ہی سوچیے کہ جس سرچشمہ فلاح و صلاح کونین سے یہ اور ایسی ہزاروں موجیں اٹھیں، اس کے طیب و طاہر ہونے کا درجہ کتنا بلند ہو گا۔

دائرۂ اصلاح و درستی

قرآن پاک اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جو کچھ بصورت امر یا بہ شکل نہی آگیا ہے، اس میں انسانی زندگی کا کوئی بھی ضروری گوشہ نظر انداز نہیں ہوا۔ خطبہ حج میں رسول اللہ ﷺ نے تین چیزوں کا ذکر بطور خاص فرمایا تھا، یعنی جان، مال اور آبرو، پھر حج کے دن، حج کے مہینے اور مکہ مکرمہ کی حرمت کی طرح جان، مال اور آبرو کی عزت و حرمت کی تاکید فرمائی تھی۔ غور کیا جائے، تو دنیا میں جتنی زیادتیاں، جتنے ظلم اور جتنے گناہ ہیں، ان میں سے

بیشتر کا تعلق اصلاً انھی تین چیزوں میں سے کسی ایک سے نکلے گا جو ہر انسان کو فطرۃً عزیز ہیں۔ کتاب و سنت کی محولہ بالا تعلیمات میں کوئی چیز ایسی نہیں ملے گی، جو ضروری تھی اور اس کے کرنے یا نہ کرنے کی تاکید نہ آئی ہو۔

حُسن خلق

رسول اللہ ﷺ نہایت نرم مزاج اور خوش اخلاق تھے۔ چہرہ مبارک پر اس قسم کی کیفیت چھائی رہتی تھی جس سے دیکھنے والے پر لطف و شفقت کا اثر پڑتا۔ گفتگو وقار و متانت سے فرماتے، ایک ایک جملہ ٹھہر ٹھہر کر بولتے۔ ہر ایک کو نرمی سے سمجھاتے۔ کبھی کسی کی دل شکنی گوارا نہ فرمائی، آپ سوار ہوتے اور راستے میں کوئی صحابی مل جاتا تو اسے سوار کرا دیتے اور خود دا تر آتے۔

ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں بچپن میں انصار کے نخلستان میں چلا جاتا تو ڈھیلے مار مار کر کھجوریں گراتا۔ لوگ مجھے پکڑ کر خدمت اقدس میں لے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ زمین پر ٹپکی ہوئی کھجور کھالیا کرو، ڈھیلے نہ مارا کرو، پھر میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔

ایک مرتبہ حالتِ قحط میں ایک صاحب نے باغ سے کھجور کے خوشے توڑ کر کھائے اور کچھ دامن میں رکھ لیے۔ باغ کے مالک نے اسے مارا اور کپڑے اتروا لیے، پھر شکایت لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا۔ کھجوریں توڑنے والا بھی ساتھ تھا۔ آپ ﷺ نے مالک باغ سے کہا۔ یہ جاہل تھا، اسے تعلیم دینی چاہیے تھی۔ بھوکا تھا، کھانا کھلانا چاہیے تھا۔ یہ فرما کر کپڑے واپس دلائے اور اسے ساٹھ صاع غلہ اپنے پاس سے دیا، جو ہمارے حساب سے تین من، تیرہ سیر اور دو چھٹانک ہوتا ہے۔

مجلس نبوی ﷺ میں بیٹھنے کی جگہ نہ رہتی تو نئے آنے والے کے لیے ردائے مبارک بچھا دیتے تھے۔ سلام میں پیش دستی فرماتے۔ راستہ چلتے تو مرد، عورت، بچہ جو سامنے آتا اسے سلام کرتے۔ زبان مبارک پر کبھی کوئی غیر مناسب لفظ نہ آیا۔ انسؓ بن مالک کہتے ہیں کہ جب، کسی پر عتاب کرتے تو فرماتے: ''مالہٗ تَرِب جبینہٗ''[1] (اسے کیا ہوا، اس کی پیشانی خاک آلود ہو) محاورے میں اس فقرے کا استعمال ہلکے زجر کے رنگ میں ہوتا ہے۔

۱۔ بخاری: کتاب الادب۔

بچوں پر شفقت

حضور ﷺ بچوں پر بہت شفقت فرماتے۔ آپ ﷺ سفر سے تشریف لاتے اور لوگ استقبال کے لیے نکلتے تو بچے بھی ساتھ ہوتے اور وہ معمول کے مطابق دوڑ کر ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کرتے، جو پہلے پہنچتے انہیں آپ ﷺ ساتھ سواری پر بیٹھا لیتے۔ راستے میں مل جاتے تو انھیں خود سلام کرتے اور ان سے بھی شفقت کا یہی برتاؤ ہوتا۔

ایک مرتبہ ایک نہایت غریب عورت حضرت عائشہؓ کے پاس آئی۔ اس کی دو بچیاں بھی ساتھ تھیں اتفاق سے حضرت عائشہؓ کے پاس اس وقت کچھ نہ تھا۔ ایک کھجور پڑی تھی وہ اس عورت کو نزر کر دی۔ اس نے کھجور کے دو ٹکڑے کئے اور ایک ایک ٹکڑا دونوں کو دے دیا۔ حضرت عائشہؓ نے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کو سنایا تو فرمایا: جس کے دل میں خدا اولاد کی محبت ڈالے اور وہ اس محبت کا حق ادا کرے تو دوزخ کی آگ سے محفوظ رہے گا۔

یہ شفقت مسلمان بچوں تک محدود نہ تھی۔ ایک دفعہ کسی غزوے میں چند بچے بھی بے ارادہ و علم مارے گئے، آپ ﷺ کو اطلاع ملی تو بڑا رنج ہوا۔ کسی کی زبان سے نکلا یا رسول ﷺ اللہ وہ مشرکین کے بچے تھے۔ فرمایا: مشرکین کے بچے بھی تم سے بہتر ہیں۔ خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو، خبردار بچوں کو قتل نہ کرو۔ ہر جان خدا ہی کی فطرت پر پیدا ہوتی ہے۔

جابرؓ بن سمرہ صحابی اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی پھر آپ ﷺ کے ساتھ ہو لیا۔ سامنے سے چند اور بچے آگئے۔ آپ ﷺ نے سب کو پیار کیا اور مجھے بھی پیار کیا۔

غلاموں پر شفقت

اوپر گزر چکا ہے، ابوذرؓ غفاری سے آپ ﷺ نے فرمایا تھا: تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں، جو خود کھاؤ، انہیں کھلاؤ، جو خود پہنو، انہیں پہناؤ۔ چنانچہ اس کے بعد سے ابوذرؓ نے اپنے غلام کو ہمیشہ کھانے پہننے وغیرہ میں اپنے برابر رکھا۔

غلاموں کے لئے لفظ غلام بھی گوارا نہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں غلام یا لونڈی کہہ

کرنہ پکارا کرو۔ "میرا بچہ" "میری بچی" کہا کرو۔ آپ ﷺ کے پاس جو غلام آتا، اسے آزاد کر دیتے۔ لیکن وہ لوگ آزاد ہو کر بھی آپ ﷺ کی شفقت کی زنجیر میں جکڑے رہتے۔ زیدؓ بن حارث کا واقعہ محتاج تفصیل نہیں۔ ان کے والد اور چچا لینے کے لیے آئے اور ہر قیمت ادا کرنے کے لئے آمادہ تھے۔ آپ ﷺ پہلے ہی زیدؓ کو آزاد کر چکے تھے۔ جانے نہ جانے کا معاملہ زیدؓ ہی پر چھوڑ دیا۔ اس نے جانے سے انکار کر دیا اور آپ ﷺ کے آستانہ رحمت کو والدین اور دوسرے خونی اقربا کے ظل عاطفت پر ترجیح دی[1]۔ محبت و شفقت کے اس اعجاز کا صحیح اندازہ کون کر سکتا ہے، جس کے سامنے قریب ترین خونی رشتے بھی بے حقیقت رہ گئے تھے؟ زیدؓ کے بیٹے اسامہؓ سے آپ ﷺ کو جتنی محبت تھی، وہ اسی سے ظاہر ہے کہ بعض نہایت اہم معاملات میں اسامہؓ ہی کو آپ ﷺ کی بارگاہ میں سفارش بنایا جاتا تھا اور فتح مکہ میں داخلے کے وقت اسامہؓ حضور ﷺ کے ردیف تھے۔

ایک صحابی اپنے غلام کو مار رہے تھے۔ پیچھے سے آواز آئی کہ خدا کو تم پر اس سے زیادہ اختیار ہے۔ صحابی نے مڑ کر دیکھا تو خود رسول اللہ ﷺ تھے عرض کیا یا رسول ﷺ اللہ میں نے اسے لوجہ اللہ آزاد کر دیا۔ فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرتے تو آتش دوزخ تمہیں چھو لیتی۔

سب سے آخری وصایا میں سے ایک وصیت یہ تھی کہ غلاموں اور لونڈیوں کے معاملے میں خدا سے ڈرتے رہنا۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ غلاموں کا قصور کتنی مرتبہ معاف کروں؟ آپ ﷺ خاموش رہے۔ جب تیسری مرتبہ یہی گزارش کی تو فرمایا: "ہر روز ستر مرتبہ"۔

غریبوں پر شفقت

رسول اللہ ﷺ اکثر دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکین اٹھا اور مسکینوں ہی کے ساتھ میرا حشر کر۔ حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا یہ کیوں؟ فرمایا: اس لیئے کہ مساکین دولت مندوں سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ پھر فرمایا: عائشہؓ! کسی مسکین کو اپنے دروازے سے خالی ہاتھ نہ لوٹاؤ۔ کچھ نہ ہو تو چھوہارے کا ایک ٹکڑا ہی سہی، ضرور دے دو۔ عائشہؓ غریبوں سے محبت کرو۔ انہیں اپنے سے نزدیک رکھو، خدا بھی تم کو اپنے سے

۱۔ سیرۃ النبیؐ جلد اول حصہ دوم ص ۳۸۲۔

نزدیک کرے گا۔

عبداللہؓ بن عمرو ابن العاصؓ کا بیان ہے کہ میں مسجد میں بیٹھا تھا۔ ایک طرف فقرائے مہاجرین کا حلقہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو اس حلقے میں بیٹھ گئے۔ میں بھی وہیں جا بیٹھا۔ فرمایا: فقرائے مہاجرین کو بشارت ہو کہ وہ دولتمندوں سے چالیس برس پہلے جنت میں جائیں گے۔

فرمایا: جو شخص کسی بیوہ اور مسکین کی خبر گیری کرتا ہے۔ اس کی حیثیت اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کی ہے یا اس شخص کی جو دن کو روزے رکھتا ہے اور رات کو عبادت کے لئے کھڑا رہتا ہے[1]۔

عوالی میں ایک بڑھیا بیمار تھی، اس کے جانبر ہونے کی امید نہ تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب اس کی وفات ہو تو مجھے ضرور خبر کرنا۔ میں جنازے کی نماز پڑھاؤں گا اتفاق سے بڑھیا کا انتقال کچھ رات گئے ہوا۔ صحابہ نے آپ ﷺ کو رات کے وقت اٹھانا گوارا نہ کیا اور بڑھیا کو دفن کر دیا صبح کے وقت آپ ﷺ نے دریافت فرمایا اور پوری کیفیت معلوم ہوئی تو اس خاتون کی قبر پر جا کر نماز جنازہ ادا کی۔

ایک مرتبہ ایک قبیلہ مسافروار مدینہ منورہ آیا۔ اس کی حالت بہت خستہ تھی۔ کسی کے بدن پر ثابت کپڑا نہ تھا، پاؤں ننگے تھے۔ کھالیں بدن پر بندھی ہوئی تھیں اور تلواریں گلوں میں ڈال رکھی تھیں۔ حضور ﷺ کی نظر مبارک ان لوگوں کی خستگی پر پڑی تو چہرہ انور کا رنگ بدل گیا۔ حالت اضطراب میں اندر تشریف لے گئے۔ پھر باہر آئے اور بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ نماز کے بعد ایک خطبے میں سب کو ان غریبوں کی امداد پر آمادہ کر دیا۔

شفقت و رافت عامہ کے باب میں صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ عبادات نافلہ چھپ کر ادا فرماتے تاکہ عام لوگوں کے لئے آپ ﷺ کی پیری میں اس قدر عبادت کرنا شاق نہ ہو۔

مساوات

مساوات کی جیسی عملی مثالیں رسول اللہ ﷺ کی سیرۃ طیبہ میں ملتی ہیں، ویسی اور کہاں

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الادب۔

ملیں گی؟ اس سے بڑھ کر مساوات کیا ہو سکتی ہے کہ اپنے آزاد کردہ غلام زیدؓ بن حارث کی شادی اپنی پھپھیری بہن سے کردی تاکہ اونچ نیچ فرخی اور خود ساختہ سانچے ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اس کے مندرجہ الفاظ پر غور فرمائیں:

"اے گروہ قریش! اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار اللہ نے مٹادیا۔ تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے"۔

یہ مساوات کا محض درس و وعظ ہی نہ تھا بلکہ اس کے ساتھ سب سے بڑی، موثر اور ناقابل تردید دلیل بھی تھی۔ دنیا کے تمام انسان آدم کی اولاد ہیں۔ آدم ہی سب کے مورث اعلیٰ تھے۔ اگر ایک گھرانے کے تمام ارکان درجے میں یکساں ہوتے ہیں تو پھر آدمؑ کی اولاد میں چھوٹے، بڑے، ادنیٰ، اعلیٰ، آقا غلام کی تفریق کس بنا پر جائز سمجھی جاسکتی ہے؟ خون، رنگ، نسل، دولت وغیرہ کے امتیازات ان لوگوں نے پیدا کیے، جن کے ہاتھ سے حقیقت کا رشتہ نکل چکا تھا اور جو ہوسناکیوں کی بنا پر انسانیت کے ٹکڑے کرنے کے درپے ہو گئے تھے۔ اللہ کے نزدیک انسانوں میں مراتب کا انحصار حسن عمل پر ہے۔ جس کے پاس عمل کا اندوختہ زیادہ ہوگا، وہ خدا کے نزدیک سب پر فایق ہوگا، اگرچہ کالا اور مفلس ہو۔ وہ لوگ اس سے نیچے رہیں گے جو حسن عمل میں اس کے برابر نہ ہونگے، خواہ ان کے رنگ کتنے ہی گورے اور ان کی دولت و ثروت کتنی ہی لامتناہی ہو۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں زیدؓ، اسامہؓ، بلالؓ یا دوسرے مساکین کا درجہ عباسؓ سے کم نہ تھا جو آپ ﷺ کے چچا تھے۔ جنگ بدر میں وہ قید ہو کر آئے تو انصار نے اس بنا پر ان کا زر خرید معاف کر دینا چاہا کہ عباسؓ کے والد رشتے میں انصار کے بھانجے تھے مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں، ایک دام بھی معاف نہ کرو۔

آپ ﷺ مسجد کی تعمیر میں صحابہ کے ساتھ برابر کام کرتے رہے۔ خندق کی کھدائی میں بھی آپ ﷺ نے برابر حصہ لیا۔ سفر میں صحابہ کھانا پکانے کا کام مل جل کر کرتے۔ آپ ﷺ بھی کوئی نہ کوئی کام اپنے ذمے لے لیتے۔ ایک مرتبہ کھانا پکانے کے لیے لکڑیاں لانے کا کام آپ ﷺ نے سنبھالا۔ فدائیوں نے عرض کیا کہ یہ کام ہم کرلیں گے۔ فرمایا: "میں پسند نہیں کرتا کہ اپنے آپ کو تم سے ممتاز رکھوں۔ خدا اس بندے کو پسند نہیں کرتا جو ہمراہیوں

میں ممتاز بنے۔"

جنگ بدر کے سلسلے میں مدینہ منورہ سے نکلے تو سواریوں کی اتنی کمی تھی کہ ایک ایک اونٹ تین تین کے حصے میں آیا، باری باری ہر فرد سوار تھا۔ حضور ﷺ کے بھی دو ساتھی تھے، وہ عرض کرتے کہ آپ ﷺ سوار رہیں۔ ہم پیدل چلیں گے۔ فرمایا: نہ میں چلنے میں تم سے کم طاقت ور ہوں اور نہ ثواب کے لیے میں تم سے کم محتاج ہوں۔

مشہور واقعہ ہے کہ بنی مخزوم میں سے ایک عورت چوری کے جرم میں گرفتار ہوئی بعض لوگ اسے چھڑانا چاہتے تھے اور اس غرض سے اسامہؓ بن زیدؓ کو سفارشی بنا کر حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ ﷺ نے اسامہؓ کی درخواست سنی تو فرمایا: کیا تم حدود خداوندی میں سفارش کرتے ہو؟ پھر خطبہ دیا، جس میں ارشاد ہوا: پہلی اُمتیں صرف اس وجہ سے برباد ہوئیں کہ جب کوئی بڑا آدمی جرم کا مرتکب ہوتا تو اس سے چشم پوشی کی جاتی، کوئی معمولی آدمی پکڑا جاتا تو اسے سزا دلاتے۔ اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو اسے بھی قطع ید کی سزا ضروری دی جاتی۔

ایثار

اخلاق و عادات شریفہ میں ایثار کو بھی نمایاں حیثیت حاصل ہے یعنی دوسروں کو اپنی ذات بلکہ اعزہ پر بھی ہر معاملے میں مقدم رکھنا۔ آپ ﷺ کو حضرت فاطمہؓ سے جس قدر محبت تھی اس کا بیان مشکل ہے۔ جب آپؓ ملاقات کے لیے تشریف لاتیں تو آپ ﷺ فرط محبت سے کھڑے ہو جاتے، پیشانی پر بوسہ دیتے اور اپنی جگہ بٹھاتے اور عموماً پوچھتے کوئی خاص کام تو نہیں؟

ایک مرتبہ کسی غزوے میں کچھ کنیزیں آئیں۔ رسول اللہ ﷺ انھیں تقسیم فرما رہے تھے۔ حضرت فاطمہؓ کو بھی ایک خادمہ کی سخت ضرورت تھی کیونکہ عسرت کے باعث کوئی ملازمہ نہ تھی اور گھر کا سارا کام حضرت فاطمہؓ خود ہی انجام دیتیں، چکی پیستیں، پانی کی مشک بھر لاتیں۔ اس وجہ سے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے تھے اور جسم مبارک پر نیل کے نشان نظر آتے تھے۔ سیدہؓ عالم حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچیں حضور ﷺ نے معمول کے مطابق

پوچھا، کوئی کام ہے؟ سیدہ عالمؓ حیاو خودداری کے باعث کچھ نہ کہہ سکیں: حضرت علیؓ نے ان کی ترجمانی کی حضور ﷺ نے فرمایا: ابھی اصحاب صفہ کا انتظام نہیں ہوا۔ جب تک ان کا بندوبست نہ ہولے، میں دوسری طرف توجہ نہیں کر سکتا۔ ایک روایت میں ہے حضرت زبیرؓ کی صاحبزادیاں بھی ایسی ہی درخواست لے کر آئی تھیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: بدر کے یتیم تم سے پہلے درخواست کر چکے۔

ایک دفعہ آپ ﷺ کو چادر تحفے میں ملی، آپ ﷺ کو ضرورت تھی، رکھ لی۔ ایک صاحب حاضر خدمت ہوے اور کہا، کیا اچھی چادر ہے۔ آپ ﷺ نے اتار کر ان صاحب کو دے دی۔ وہ لے کر چلے تو لوگوں نے ملامت کی کہ تم جانتے تھے رسول اللہ ﷺ کسی کا سوال رد نہیں کرتے۔ یہ بھی معلوم تھا کہ آپ ﷺ کو چادر کی ضرورت تھی۔ اس نے کہا میں نے تو اس لیے لے لی کہ اسی چادر کا کفن بناؤں گا اور یہ میرے لیے باعث برکت ہوگا۔

ایک صحابی کے پاس ولیمے کے لیے کچھ نہ تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: عائشہؓ کے ہاں جاؤ اور آٹے کی ٹوکری مانگ لاؤ۔ وہ جا کر لے آئے حالانکہ شام کو حضور ﷺ کے ہاں کھانے کے لیے کچھ باقی نہیں رہا تھا۔ اسی طرح ایک غفاری کی مہمانداری کے لئے بکری کا دودھ تھا جو خود پی کر رات گزارتے تھے۔ دودھ مہمانوں کو پلادیا اور خود رات فاقے سے گزاری۔

ایثار کے دو پہلو ہیں: ایک یہ کہ اطمینان و راحت کا مقام ہو تو دوسروں کو اپنے آپ پر مقدم رکھا جائے دوسرا یہ کہ خطرے اور تحمل شدائد کا مقام ہو تو انسان خود آگے رہے اور دوسروں کو پیچھے رکھے، یہ دونوں پہلو سیرۃ طیبہ میں جابجا نمایاں ہیں۔

سوال اور گداگری سے کراہت

سوال اور گداگری انسانی کردار کے لئے بے حد مضر ہے۔ اس سے احساس خودداری رفتہ رفتہ ماؤف ہو جاتا ہے۔ انسان تن آسان بن جاتا ہے۔ غیرت و حمیت کا آئینہ بے طرح مکدر ہو جاتا۔ محنت و مشقت سے کسب حلال کے بجائے عجز و الحاح سے مانگنے کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایسے لوگوں میں عزائم امور کے لیے کوئی تڑپ اور کوئی والہیت باقی نہیں رہتی۔ جس قوم کے افراد عزائم کی لزت سے ناآشنا ہو جائیں، سمجھ لینا چاہیے کہ وہ با مقصد زندگی کی لذت و صورت سے محروم ہو گئی۔ معذور یا واقعی ضرورت مند افراد کا معاملہ الگ ہے لیکن جو لوگ

گداگیری کو پیشہ بنالیتے ہیں وہ پورے معاشرے کے لیے باعثِ ننگ و عار بن جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے گداگری کے انسداد پر بھی خاص توجہ فرمائی۔

ایک مرتبہ ایک انصاری نے سوال کیا۔ فرمایا: تمھارے پاس کچھ ہے ایک بچھونے اور پیالے کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے دونوں چیزیں منگوائیں اور دو درم میں فروخت کر دیں۔ پھر فرمایا: ایک درم سے گھر میں کھانے کی جنس دے آؤ دوسری سے رسی وغیرہ خرید کر جنگل میں نکل جاؤ اور لکڑیاں لا کر بیچو۔ پندرہ روز کے بعد وہ انصاری آئے تو ان کے پاس دس درہم تھے۔ کچھ کپڑا اور غلہ خریدا اور اسی طرح ایک بے کار آدمی معاشرے کا نہایت فعال رکن بن گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ اچھا ہے یا یہ کہ اپنے چہرے پر گدائی کا داغ لگا کر روزِ قیامت حاضر ہوتے؟

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"اگر تم میں سے کوئی رسی لے کر جائے اور لکڑیوں کا گٹھا پشت پر اٹھا کر لائے اور فروخت کرے اور یوں اللہ اس کی آبرو بچائے تو اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے، وہ اسے دیں یا نہ دیں" [1] حکیمؓ بن حزام کا اپنا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے مانگا۔ آپ نے دے دیا۔ پھر مانگا، دے دیا اور فرمایا:

"حکیم! یہ مال ہرا بھرا اور میٹھا ہے جو اسے سخاوت نفس کے ساتھ لے گا، اسے برکت ہوگی۔ جو نفس کی طمع سے لے گا، اسے برکت نہ ہوگی۔ اس کی کیفیت اس شخص کی سی ہوگی جو کھاتا جاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا"۔

الید العلیا خیرٌ من السفلیٰ.

"اونچا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔"

حکیمؓ نے پھر عمر بھر کسی سے کچھ نہ مانگا [2]۔

پھر فرمایا:

"مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے پیچھے پھرے۔ کہیں سے ایک لقمہ یا دو لقمے یا ایک کھجور، دو کھجوریں مل جائیں تو دوسرے دروازے پر چلا جائے۔ مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال

۱۔ بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب قول اللہ تعالیٰ وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ۔ ۲۔ بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الاستعفاف عن المسئلہ۔

نہیں کہ ضروریات سے بے نیاز کر دے۔ نہ کوئی اس کا حال جانتا ہے کہ صدقہ دے۔ نہ وہ اٹھ کر لوگوں سے کچھ مانگتا ہے" [1]۔ ایک موقع پر تین چیزوں کو اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ قرار دیا:

قیل وقال و اضاعته المال وکثرةِ السوال

"فضول باتیں، مال ضائع کرنا اور زیادہ مانگنا [2]۔"

یہ بھی فرمایا کہ جو شخص اللہ سے دعا کرے کہ اسے سوالی و گداگری کی ذلت سے بچایا جائے تو اللہ بچا دیتا ہے۔ جو خدا سے غنا کا طلب گار ہو، اللہ اسے غنام رحمت فرماتا ہے جو شخص صبر کرتا ہے اللہ اسے اور دیتا ہے اور صبر سے بہتر و وسیع تر دولت کوئی نہیں جو کسی کو دی گئی ہو۔

جود و سخا

ابن عباسؓ کی روایت ہے:

کان النبی صلی اللہ علیه وسلم اجود الناس واجود ما یکون فی رمضان [3]۔

رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور آپ ﷺ کی سخاوت کا ظہور سب سے بڑھ کر رمضان شریف میں ہوتا تھا۔

حدیث ہے کہ:

مَاسُئِلَ النبی صلی اللہ علیه وسلم عن شَیءٍ قط فقال لا [4]۔

"رسول اللہ ﷺ سے کبھی کوئی چیز نہیں مانگی گئی کہ آپ ﷺ نے جواب میں "لا" یعنی کلمہ نفی فرمایا ہو"۔

ایک مرتبہ کسی نے کچھ مانگا۔ فرمایا: "اس وقت میرے پاس کچھ نہیں، تم میرے ساتھ آؤ۔"

حضرت عمرؓ ساتھ تھے۔ انھوں نے کہا: جب آپ ﷺ کے پاس کچھ نہیں تو آپ ﷺ پر کیا ذمہ داری ہے۔ ایک اور صاحب بھی تھے، وہ بولے یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ دیتے جائیں۔ عرش والا خدا آپ ﷺ کو محتاج نہ کرے گا۔ یہ سن کر آپ ﷺ فرط بشاشت سے

۱۔ ایضاً ایضاً باب من سال الناس تکثر ۲۔ ایضاً ایضاً۔ ۳۔ بخاری: کتاب الادب باب حسن الخلق والسخا ۴۔ ایضاً ایضاً۔

مسکرا دیئے۔

ایک مرتبہ کوئی چار اوقیہ چاندی نذر کر گیا۔ تین اوقیے تو تین ضرورت مندوں کو دے دیے۔ چوتھا لینے والا کوئی نہ آیا۔ رات کے وقت حضرت عائشہؓ نے دیکھا کہ حضور ﷺ کو نیند نہیں آتی۔ کبھی اٹھتے ہیں اور نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر ذرا لیٹ کر اٹھتے ہیں اور نماز شروع کر دیتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا: آپ ﷺ آرام کیوں نہیں فرماتے؟ حضور ﷺ نے چاندی نکال کر دکھائی اور فرمایا مجھے ڈر ہے۔ مبادا یہ میرے پاس ہو اور موت آجائے۔

ایک مرتبہ ابوذرؓ غفاری حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ فرمایا: ابوذرؓ، اگر کوہ احد میرے لیے سونا ہو جائے تو میں کبھی پسند نہ کروں گا کہ تین راتیں گزر جائیں اور میرے پاس ایک بھی دینار باقی ہو، بجز اس رقم کے جو ادائے قرض کے لیے رکھ چھوڑوں[1]۔

احد بہت بڑا پہاڑ ہے۔ وہ سونے کا بن جائے تو اسے ایک دن میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ کم از کم تین دن ضرور لگیں گے، ساتھ ہی قرض ادا کرنے کی اہمیت بھی واضح فرما دی اور ارشاد گرامی سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضور ﷺ اسی فیاضی اور سخاوت کے باعث مقروض رہتے تھے۔ کوئی چیز حضور ﷺ کے پاس آجاتی تو جب تک تقسیم نہ فرما دیتے مضطرب رہتے۔ ایسے متعدد واقعات کتب حدیث میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

آخر میں حضرت عائشہؓ کا یہ جامع ارشاد پیش نظر رکھ لیجئے۔

ماترك رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ديناراً و درهماً و لا شاةٍ ولا بعير ولا اوصٰى بشىءٍ.

"رسول ﷺ نے (دنیا سے رحلت کے وقت) کوئی دینار اور کوئی درہم اور کوئی بکری یا کوئی اونٹ نہ چھوڑا اور نہ کسی شے کے لیے وصیت فرمائی"۔

جب باقی ہی کچھ نہ رہا تو وصیت کی کیا صورت تھی؟

سادگی اور بے تکلفی

رسول اللہ ﷺ کی پوری حیات طیبہ سادگی اور بے تکلفی میں گزری۔ کسی قسم کے لو

۱۔ سیرۃ النبیؐ بحوالہ صحیح مسلم۔

ازم امارت وغنا اپنے گرد جمع نہ کیے۔ لباس، بستر، کھانا غرض ہر چیز عمر بھر بہت سادہ رہی۔ چٹائی، معمولی فرش یا زمین پر بیٹھنے میں کبھی تکلف محسوس نہ ہوا۔ عدیؓ بن حاتم بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو چمڑے کا ایک گدا تھا جس میں کھجور کی پتی بھری ہوئی تھی، وہی عدیؓ کی طرف کھسکا دیا، خود زمین پر بیٹھ گئے۔ عدیؓ نے حضور ﷺ کے روبرو گدے پر بیٹھنا خلاف ادب سمجھا۔ چنانچہ دوران گفتگو میں گدا حضور ﷺ اور عدیؓ کے درمیان پڑا رہا۔ فرمایا کرتے تھے، گھر میں ایک بستر اپنے لیے، ایک بیوی کے لیے اور ایک مہمان کے لیے کافی ہے، چوتھا شیطان کا حصہ ہے[1]۔

ازواج مطہراتؓ کے لیے جو مکان بنوائے تھے وہ دس دس بارہ بارہ فٹ کے کچے حجرے تھے، جن میں سے بعض کی دیواریں کچی تھیں اور بعض کے لیے کھجور کی ٹینایاں کھڑی کر کے اوپر سے لپائی کر دی گئی تھی۔ کھجور کی شاخوں کی چھتیں تھیں۔ اونچائی اتنی کہ آدمی کھڑا ہو کر ہاتھ اوپر اٹھائے تو چھت کو جا لگے۔ عبدالملک اموی کے عہد میں توسیع مسجد نبوی ﷺ کے لیے ان حجروں کو منہدم کرانا ضروری سمجھا گیا تو اہل مدینہ بے اختیار رو رہے تھے۔ ان کی آرزو یہ تھی کہ یہ حجرے محفوظ رکھے جاتے تاکہ دنیا دیکھتی رسول اللہ ﷺ نے روئے زمین پر کس سادگی، بے تکلفی اور زہد و قناعت میں دن گزارے۔

ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ کے ہاں کھانے کے لیے بلایا گیا۔ دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ دیواروں پر پردے لٹک رہے ہیں، باہر ہی سے واپس ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے مراجعت کا سبب پوچھا تو فرمایا: پیغمبر کی شان کے خلاف ہے کہ وہ زیب و زینت والے کسی مکان میں داخل ہو۔ اسی قسم کا واقعہ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کو بھی پیش آیا۔ آپ ﷺ کسی غزوے کے سلسلے میں مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے گئے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے اپنے مکان کی چھت کے ساتھ ایک کپڑا باندھ دیا۔ واپس تشریف لائے اور چھت میں بندھا ہوا کپڑا دیکھا تو اسے اُتار دیا۔ فرمایا: خدا نے ہمیں اس لیے دولت نہیں دی کہ اینٹوں اور پتھروں کو کپڑے پہنائیں۔

ایک مرتبہ کسی نے کمخواب کی قبا ہدیۃً بھیجی۔ آپ ﷺ نے ذرا دیر کے لیے پہن لی۔ پھر اتار کر حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دی۔ وہ روتے ہوئے آئے کہ جو چیز آپ ﷺ نے

۱۔ سیرۃ النبیؐ بحوالہ داؤد۔

ناپسند فرمائی، وہ مجھے عطا کی، فرمایا: پہننے کے لیے نہیں فروخت کر دینے کے لیے بھیجی ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسے دو ہزار درہم میں فروخت کر دیا۔

صبر و حلم

صبر و حلم اور عفو و درگزر کے باب میں صرف اسی امر کا اعادہ کافی ہے کہ آپ ﷺ نے عمر بھر کسی سے ذاتی بدلا نہ لیا سب کو معاف فرماتے رہے۔

ایک یہودی کے آپ ﷺ مقروض تھے۔ اگرچہ ادائے قرض کے وعدے میں تین روز باقی تھے، مگر یہودی ہمیشہ سے سرمایہ پرست چلے آرہے ہیں۔ تین روز پہلے ہی آکر متقاضی ہوا بلکہ حضور ﷺ کے عفو و حلم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ بھی کہہ گزرا کہ عبدالمطلب کے خاندان کے لوگ بڑے ٹال مٹول کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ! بھی اس وقت موجود تھے، انھوں نے یہودی کو سختی سے جھڑک دیا۔ رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: عمرؓ تمہیں لازم تھا کہ میرے ساتھ اور اس شخص کیساتھ اور طرح کا برتاؤ کرتے، مجھے حسن ادا کے لیے کہتے اور اسے حسن تقاضا سکھاتے۔ پھر یہ فرماتے ہوئے کہ اگرچہ وعدہ پورا ہونے میں ابھی تین روز باقی ہیں لیکن حضرت عمرؓ سے کہا کہ اس کا قرض ابھی ادا کر دو اور بیس صاع[1] جنس زیادہ دینا کیونکہ تم نے اسے سختی سے ڈانٹا تھا۔

رؤسائے طائف نے دعوت اسلام کے سلسلے میں حضور ﷺ سے جو سلوک کیا تھا، وہ بیان ہو چکا ہے۔ اوباشوں کو برانگیختہ کر کے حضور ﷺ پر پتھر برسوائے۔ خود آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ پہاڑوں کا فرشتہ میرے پاس آیا جی حکم ہو تو دونوں طرف کے پہاڑ ان پر الٹ دوں۔ فرمایا: نہیں مجھے امید ہے ان کے اخلاف میں سے وہ لوگ اٹھیں گے جو خدائے واحد کو مانیں گے۔

غزوہ احد میں دندان مبارک ٹوٹ گئے اور آپ ﷺ زخمی ہو گئے۔ مگر یہی دعا فرمائی کہ اے خدا میری قوم کو سیدھا راستہ دکھا، وہ حقیقت حال سے ناآشنا ہیں۔

۱۔ قاضی سلیمان مرحوم فرماتے ہیں کہ صاع بارے ہاں کے اوزان کے مطابق دو سیر ساڑھے تین چھٹانک کا ہوتا ہے۔ یہی واقعہ یہودی کے اسلام کا باعث بنا۔ اس نے نبی موعود کے حکم کے مطابق جو کچھ سن رکھا تھا اس کی آزمائش کے لیے یہ حرکت کی تھی۔

خطبہ حج میں آپ ﷺ نے ایام جاہلیت کے خون اور قرضے ختم کر دیے تو سب سے پہلا اپنے خاندان کا خون اور اپنے خاندان میں سے حضرت عباسؓ کا قرضہ ختم کیا۔

عام خصائل

رسول اللہ ﷺ نے حسن معاملہ، عدل و انصاف، مہمان نوازی کے معیار قایم کیے۔ آپ ﷺ شرم و حیا، عزم و استقلال اور شجاعت کا پیکر تھے۔ عائلی زندگی کا بہترین نمونہ حضور ﷺ نے پیش کیا اور ازواجؓ سے اچھے برتاؤ کے بارے میں بار بار تاکید فرمائی۔ فرمایا: تم میں سے بہتر وہ ہے جو اہل خانہ کے لیے بہتر ہے۔ چرند و پرند سب پر شفقت فرماتے۔ دوسروں کے کام کر دینے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے اور اس میں ادنیٰ اعلیٰ کی کوئی تمیز نہ تھی۔ کسی کا بھی احسان لینا گوارا نہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ سے بڑھ کر جان نثاری کا دعویٰ کون کر سکتا ہے۔ جن کے لیے فرمایا کہ ان کے مال اور صحبت کا میں سب سے زیادہ ممنون ہوں۔ تاہم ہجرت کے موقع پر حضرت ابوبکرؓ نے جو ناقہ آپ ﷺ کے لیے پالی تھی، وہ نذر کرنی چاہی تو آپ ﷺ نے قیمت دے کر خریدی۔ مسجد النبی ﷺ کی زمین مالک اور ان کے سرپرست ہبہ کر دینے پر اصرار کرتے رہے مگر آپ ﷺ نے قیمت دے کر لی۔

ادائے عبادات میں بھی سہولت عامہ بطور خاص ملحوظ خاطر رہتی تھی۔ حضرت معاذؓ بن جبل کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ نماز فجر میں لمبی سورتیں پڑھتے ہیں تو فرمایا: تم میں سے جو نماز پڑھائے مختصر پڑھائے کیونکہ مقتدیوں میں بوڑھے، ضعیف اور کام والے سبھی طرح کے آدمی ہوتے ہیں۔ زیادہ مدح و ستایش بھی پسند نہ تھی۔ آپ ﷺ وضو فرماتے تو صحابہ دست مبارک سے گرنے والے پانی کو چلو میں لے کر برکت کے لیے بدن پر مل لیتے۔ پوچھا ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ عرض کیا خدا اور رسول ﷺ کی محبت میں، فرمایا: اگر کوئی اس بات کی خوشی حاصل کرنا چاہتا ہے کہ وہ خدا اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے تو چاہیے کہ جب وہ بات کرے، سچ بولے، جب اسے کوئی امانت سونپی جائے تو اس کا حق ادا کرے اور کسی کا پڑوسی ہے تو حق ہمسایگی اچھی طرح نباہے۔

بعض اہم ارشادات

آپ ﷺ کے بعض اہم ارشادات یہاں درج کیے جاتے ہیں، جن سے اسلام کی تعلیم اور خود حضور ﷺ کی عملی زندگی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

۱۔ ”تم میں سے جب کوئی شخص کسی کو مال اور صورت میں برتر و افضل دیکھے تو چاہیے کہ اس کی طرف بھی دیکھ لے جو دیکھنے والے سے کمتر اور نیچے ہے“[۱]۔

(دیکھیے افضل و برتر دیکھنے سے دل میں حسد پیدا ہوگا جو گوناگون برائیوں کا سرچشمہ ہے، کمتر شخص کو دیکھنے سے شکر کا جذبہ ابھرے گا جو نیکیوں کا وسیلہ ہے۔)

۲۔ ”تو مسلمانوں کو باہم رحم، محبت اور مہربانی میں ایک جسم کی طرح دیکھے گا، جب ایک عضو بیمار ہوتا ہے تو اس کے لیے پورا جسم بے خوابی اور بخار کے ساتھ پکارتا ہے“[۲]۔

سعدی نے اس حدیث کا ترجمہ یوں کیا ہے“۔

چو عضوے بہ درد آورد روزگار دگر عضو ہارا نہ ماند قرار

۳۔ ”جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیئے کہ یا تو اچھی بات کہے یا چپ رہے“[۳]۔

۴۔ ”آپس میں بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو، باہم تعلقات نہ توڑو اور اللہ کے بندو، بھائی بھائی ہو جاؤ۔ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کے ساتھ تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے“[۴]۔

۵۔ ”سچائی اور راست بازی نیکی کی طرف لے جاتی ہے، اور نیکی جنت میں پہنچاتی ہے۔ انسان برابر سچ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ صدیق ہو جاتا ہے (اسی طرح) جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے، برائی آگ میں پہنچاتی ہے۔ انسان برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ خدا کے نزدیک کذاب لکھا جاتا ہے“[۵]۔

۶۔ ”شہ زوری دوسرے کو پچھاڑنا نہیں، شہ زور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے“[۶]۔

۱۔ بخاری : کتاب الرقاق، باب لینظر الی من ھوا سفل منه. ۲۔ بخاری : کتاب الادب، باب رحمۃ الناس۔ ۳۔ بخاری : کتاب الادب، باب من کان یومن باللہ۔ ۴۔ بخاری ایضاً باب ما ینھی عن التحاسد ۵۔ ایضاً باب ما ینھی عن الکذب ۶۔ بخاری : ایضاً باب الحذر من الغضب

کسی فارسی شاعر نے ہمارے عہد کی حالت کا نقشہ کیا خوب کھینچا۔

دستے کہ عنان خویش گیرد امروز بہ آستین کس نیست۔

۷۔ ”راست روی اختیار کرو، باہم محبت بڑھاؤ اور لوگوں کو خدا کی طرف سے بشارت پہنچاؤ، تنہا عمل تو کسی کو بھی جنت میں نہ لے جائے گا“ [۱]۔

۸۔ ”جو شہرت کے لیے کام کرے گا، اللہ اسے فضیحت دے گا، جو ریا کے لیے کام کرے گا اللہ اس کی اصل حقیقت لوگوں کو دکھادیگا“ [۲]۔

۹۔ ”خبردار! بدگمانی کو اپنی عبادت نہ بنانا، بدگمانی تو جھوٹ ہے، بے بنیاد باتوں پر کان نہ لگاؤ، دوسروں کے عیب تلاش نہ کرو، آپس میں بغض نہ رکھو“ [۳]۔

۱۰۔ ”اسیروں کو رہائی دلاؤ، بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، بیماریوں کی عیادت کرو“۔

۱۱۔ ”لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرو، انھیں تنگی اور سختی میں نہ ڈالو، خوشخبری اور بشارت سناؤ، نفرت نہ دلاؤ، مل جل کر رہو“۔

۱۲۔ ”دو نعمتیں ہیں، جن کی قدر اکثر لوگ نہیں جانتے: اول تندرستی دوم فراخدستی“۔

۱۳۔ ”تم میں سے کوئی موت کی خواہش نہ کرے، نیک آدمی تو اس لیے کہ شاید وہ اور نیک کام کرے اور بد اس لیے کہ شاید وہ معافی مانگ لے“ [۴]۔

پانچ مزموم خصلتیں

”پانچ مزموم خصلتیں ایسی ہیں کہ جب وہ تم پر نازل ہوں تو میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ خصلتیں تم لوگ اختیار کرو:

الف۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی قوم میں فواحش کا ظہور اس حد پر پہنچ گیا ہو کہ لوگ علانیہ ان کا ارتکاب کرنے لگیں اور اس قوم میں طاعون اور ان بیماریوں کا ظہور نہ ہوا ہو، جو ان کے باپ دادا میں موجود نہ تھیں۔

ب۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی قوم نے ناپ اور تول میں کمی شروع کیا ہو اور اس قوم کو

۱۔ بخاری: کتاب الرقاق، باب القصد والمداومۃ علی العمل۔ ۲۔ بخاری، ایضاً باب الریا والسمعۃ۔ ۳۔ رحمۃ للعلمین ص ۳۵۳ بحوالہ بخاری۔ ۴۔ کتاب المرضیٰ باب تمنی المریض الموت۔

قحط سالی، گرانی، سخت محنت ومشقت اور حکمرانوں کے ظلم وجود نے گرفت میں نہ لیا ہو۔

ج۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی قوم نے اپنے اموال میں سے زکوٰۃ دینا بند کیا ہو اور اسے آسمان سے ہونیوالی بارش سے محروم نہ کر دیا گیا ہو، اگر بہائم نہ ہوں تو بارش بالکل روک دی جائے۔

د۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی قوم نے اللہ اور اس کے رسول کا عہد توڑا ہو اور اس پر اغیار کو دشمن بنا کر مسلط نہ کر دیا گیا ہو اور وہ اس قوم کے اموال کا ایک حصہ نہ چھین لیں۔

ھ۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی قوم کے پیشواؤں اور رہنماؤں نے کتاب اللہ کے مطابق حکومت سے اعراض کر کے خدائی احکام کے خلاف زبردستی اپنے احکام نافذ کرنا شروع کیے ہوں اور اللہ نے اس قوم کے اندر جدال وقتال اور دشواریاں نہ پیدا کی ہوں" [1]۔

نور حق کے لیے والہیّت

قرآن مجید میں جابجا اسلام کو نور کہا گیا ہے یعنی حق کی روشنی، مثلاً:

۱. وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗ. (اعراف:۱۵۷)

"پیروی کی اس نور کی جو اس کے (رسول اللہ ﷺ کے) ساتھ اترا۔"

۲. اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ. (زمر: ۲۲)

"بھلا جس کا سینہ کھول دیا اللہ نے اسلام کے لیے سو وہ روشنی میں ہے اپنے رب کی طرف سے۔"

۳. اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ. (بقرہ:۲۵۷)

"اللہ ان کا ساتھی اور مددگار ہے، جو ایمان کی راہ اختیار کرتے ہیں انہیں تاریکیوں سے نکالتا اور روشنی میں لاتا ہے۔"

بعض مقامات پر "نور" اس طرح آیا ہے کہ بعض مفسرین کرام کو خیال ہوا غالباً اس سے مراد خود رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔ جیسے سورہ مائدہ میں ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۝ یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ. (مائدہ ۱۵. ۱۶)

۱۔ سیرۃ ابن ہشام القسم الثانی ص ۶۳۱

"اللہ کی طرف سے تمھارے پاس "نور" (رسول اللہ ﷺ یا حق کی روشنی) آچکا نیز وہ روشن کتاب آچکی جس کے ذریعے سے اللہ اپنی رضا و خوشنودی کے پیروں کو سلامتی کے راستوں کی طرف ہدایت دیتا ہے۔"

مندرجہ ذیل دعا سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ کیقلب منور میں "نور حق" کے لیے کس درجہ والہیت اور شیفتگی تھی اور یہ دعا آپ ﷺ روزانہ پڑھتے تھے۔

اللّٰھُمَّ فی قلبی نوراً وَّ فی بصری نوراً وَّ فی سمعی نوراً وَّ عن یمینی نوراً وَّ عن یساری نوراً وَّ فوقی نوراً وَّ تحتی نوراً وَّ امامی نوراً وَّ خلفی نوراً وَّ اجعل لی نوراً وَّ فی لسانی نوراً وَّ فی دمی نوراً وَّ فی عصبی نوراً وَّ فی شعری نوراً وَّ فی بشری نوراً. اللّٰھُمَّ اعطنی نوراً، اللّٰھُمَ اعظم لی نوراً، اللّٰھم اجعلنی نوراً.

"الٰہی! میرے قلب میں نور ہو اور میری آنکھوں میں نور ہو اور میرے کانوں میں نور ہو، اور میرے دہنے نور ہو، میرے بائیں نور ہو، میرے اوپر نور ہو اور میرے نیچے نور ہو اور میرے آگے نور ہو اور میرے پیچھے نور ہو اور نور میرا بنادے اور میری زبان میں نور ہو، میرے خون میں نور ہو اور میرے پٹھوں میں نور ہو اور میرے بالوں میں نور ہو، میرے چہرے پر نور ہو، الٰہی مجھے نور عطا فرما، الٰہی میرے نور کو بڑھا، الٰہی مجھے نور ہی بنادے۔"

سنت رسول پاک ﷺ

حضرت علیؓ نے حضور کی سنت کے متعلق پوچھا۔ فرمایا:

١. المعرفة راس المالی	میری اصل پونجی معرفت ہے۔
٢. والعقل اصل دینی	عقل سلیم میرے دین کی اصل ہے۔
٣. والحبّ اساسی	محبت میری بنیاد ہے۔
٤. والشوق مرکبی	شوق میری سواری ہے۔
٥. والذکر انیسی	اللہ کا ذکر میرا انیس و مونس ہے۔
٦. والثّقة کنزی	اعتماد الٰہی میرا خزانہ ہے۔
٧. والحزن رفیقی	(ہم جنسوں کی فلاح کے لیے اندوہ قلب میرا رفیق ہے)
٨. والعلم سلاحی	علم میرا ہتھیار ہے۔

۹. والصبر ردائی	صبر میری ردا ہے۔
۱۰. والرضا غنیمتی	رضاے باری تعالیٰ میری غنیمت ہے۔
۱۱. والعجز فخری	عاجزی میرا سرمایہ فخر ہے۔
۱۲. والزھد حرفتی	زہد میرا پیشہ ہے۔
۱۳. والیقین قُوتی	یقین میری روزی ہے۔
۱٤. والصدق شفیعی	راست بازی اور صداقت میری شفیع یعنی ساتھی ہے۔
۱۵. والطاعته حسبی	طاعت حق میری عزت ہے۔
۱٦. والجهاد خلقی	جہاد یعنی راہ حق میں انتہائی سعی و جہد میری جبلی خصلت ہے۔
۱۷. وقرة عینی فی الصلوٰة	اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

کیا تاریخ عالم کی کسی شخصیت کی نشاندہی کی جاسکتی ہے جس میں خصائل جمیلہ اور شمائل حسنہ اس پیمانے پر جمع ہوئے جو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ذات بابرکات میں بہ درجہ کمال جمع کر دیے تھے؟ یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی بھی دوسرے شخصیت کی ایک ایک خصوصیت، ایک ایک حرکت، ایک ایک عمل اور ایک ایک ارشاد مستند روایات کی بناء پر آج تک اس طرح محفوظ بھی نہیں ہوا، جس طرح رسول اللہ ﷺ کے متعلق ایک ایک چیز جمع ہوئی۔ صدق اللہ عذو جل۔

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْهَبُ جُفَآءً وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْكُثُ فِی الْاَرْضِ.

"پس جھاگ تو خشک ہو کر جاتا رہتا ہے (کیونکہ وہ کسی کام نہ تھا) اور جس میں بندگان خدا کے لیے نفع ہو، وہ چیزیں زمین میں باقی رہتی ہے۔"